اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کی مذہبی آزادی
سیرت رسول ﷺ اور فقہی آراء کی روشنی میں تجزیاتی مطالعہ

"Religious Freedom of Non-Muslims in an Islamic State" An Analytical Study in the Light of the Life of the Prophet Muhammad (PBUH) and Jurisprudential Opinions

Dr. Hafiz Moazzam Shah
Lecturer, Department of Shariah, Allama Iqbal Open University, Islamabad
Email: smoazzum@gmail.com

ABSTRACT

Religious freedom for non-Muslims is a significant topic within the framework of Islamic law and jurisprudence, necessitating a thorough understanding of its principles and applications. This research article analyzes the religious freedom afforded to non-Muslims in an Islamic state through the lens of the Prophet Muhammad's (PBUH) conduct and various juristic opinions. It seeks to address how non-Muslims were granted religious freedom during the time of the Prophet and how their rights were protected, thereby establishing a context for defining the scope of this freedom in contemporary times. The study reveals that the teachings of the Prophet and the views of Islamic scholars underscore the promotion of tolerance and religious freedom within Islamic society. Furthermore, it explores how Islamic law ensures the protection of fundamental rights and the freedom to perform religious rituals for non-Muslims, demonstrating that an Islamic state can create a secure environment for individuals of diverse religious beliefs. This research aims to clarify the essential role that the principles of religious freedom play within the Islamic social structure.

Keywords: Islamic state, Pakistani laws, application, conduct of the Prophet, non-Muslims, religious freedom

اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کی مذہبی آزادی ایک اہم موضوع ہے اور اسلامی اصولوں اور قوانین کے تحت سمجھنے کی ضرورت ہے۔ زیر نظر مقالہ میں اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کی مذہبی آزادی کا سیرت رسول ﷺ اور فقہی آراء کی روشنی میں تجزیہ کیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں سیرت رسول ﷺ کی روشنی میں اس سوال کا جواب تلاش کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں غیر مسلموں کو کس طرح مذہبی آزادی

فراہم کی گئی اور ان کے حقوق کا تحفظ کیسے کیا گیا۔ تا کہ آج کے دور میں اس آزادی کا دائرہ کار متعین کیا جا سکے۔ سیرت النبی ﷺ اور فقہاء کے اقوال سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اسلامی معاشرہ کیسے رواداری اور مذہبی آزادی کو فروغ دیتا ہے۔ اس مطالعہ یہ بھی جاننے کی کوشش کی گئی ہے کہ اسلامی قانون میں غیر مسلموں کو مذہبی رسومات کی آزادی کے ساتھ ساتھ ان کے بنیادی حقوق کا تحفظ فراہم کیا گیا ہے، جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اسلامی ریاست میں مختلف مذہبی عقائد کے حامل افراد کے لیے ایک محفوظ ماحول قائم کیا جا سکتا ہے۔ یہ تحقیق ان نکات کو واضح کرنے کی کوشش کرتی ہے کہ مذہبی آزادی کے اصول اسلامی معاشرتی ڈھانچے میں کس طرح اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

کلیدی الفاظ: اسلامی ریاست، پاکستانی قوانین، تطبیق، سیرت رسول، غیر مسلم، مذہبی آزادی۔

مقدمہ

شریعت کے مقاصد میں سے ایک اہم مقصد لوگوں کے دینی و دنیوی امور کی اصلاح ہے نیز یہ بات بھی مخفی نہیں کہ اسلام نے لوگوں کو صرف اللہ کی عبادت کرنے کی دعوت دی ہے، البتہ اس کے ساتھ ساتھ انسان کو سوچنے کی آزادی دی ہے کہ وہ کس عقیدہ پر یقین رکھے۔ اسلام نے عقیدہ کے معاملے میں زبردستی کرنے سے منع کیا ہے۔ مخالفین کو اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا، بلکہ غیر مسلموں کو اپنے دین پر قائم رہنے کی مکمل آزادی ہے۔ لوگوں کے عقائد میں اختلاف اللہ کی کائناتی سنتوں میں شامل ہے، اور یہ سب کچھ اللہ کی مشیت اور ارادے کے مطابق ہوتا ہے۔ اگر اللہ چاہتا تو وہ لوگوں کو ایک ہی امت بنا دیتا، جیسے کہ قرآن میں فرمایا:

"ہُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَمِنْكُمْ مُؤْمِنٌ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ"[1]

وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا، پھر تم میں سے کوئی کافر ہے، اور کوئی مومن، اور جو کچھ تم کرتے ہو، اللہ اسے خوب دیکھتا ہے۔:

"وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَآمَنَ مَنْ فِي الْأَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيعًا أَفَأَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتَّى يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ[2]

اور اگر اللہ چاہتا تو روئے زمین پر بسنے والے سب کے سب ایمان لے آتے

اسلام کے ان اصولوں کے مطابق، اللہ نے ہر انسان کو عزت دی ہے، چاہے اس کا عقیدہ کوئی بھی ہو، اور اسے اپنے مذہب کی پیروی کرنے زندگی کے دیگر امور کی انجام دہی اور سیاسی زندگی میں حصہ لینے کا مکمل حق دیا ہے، چنانچہ اسلام نے غیر مسلموں پر کسی بھی قسم کے حملے یا ان کی عزت اور مال پر تجاوز کی ممانعت کی ہے، جب تک کہ وہ مسلمانوں پر حملہ آور نہ ہوں یا ظلم نہ کریں، جیسا کہ اللہ نے فرمایا:

"لَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُم مِّن دِيَارِكُمْ أَن تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ۔[3]

رسول اللہ ﷺ کی احادیث اور سیرت مبارکہ سے بھی ہمیں ایسی مثالیں ملتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے غیر مسلموں کے حقوق کا تحفظ کیا ہے۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ قَتَلَ مُعَاهَدًا لَمْ يَرَحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ، وَإِنَّ رِيحَهَا لَيُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ أَرْبَعِينَ عَامًا»۔[4]

"جس نے معاہد کو قتل کیا، وہ جنت کی خوشبو نہ پا سکے گا، اور اس کی خوشبو چالیس سال کی مسافت سے محسوس کی جاسکتی ہے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانی عزت اور اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کا بہترین نمونہ پیش کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی کی تدفین کے دوران اس کی تدفین کے لیے احترام سے کھڑے ہو کر انسانی عزت کا اعلیٰ نمونہ پیش کیا۔[5]

عقائد کی آزادی کے ضوابط

اسلام افراد کو دین کے معاملات میں بحث کرنے کی آزادی دیتا ہے، چاہے وہ دینِ اسلام کے علاوہ کسی دوسرے دین کے بارے میں ہو، بشرطیکہ یہ بحث فرقہ واریت، فتنے، یا زمین میں فساد کا سبب نہ بنے۔ نیز غیر مسلموں کو ان کے مذہبی شعائر ادا کرنے کی بھی اجازت دیتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے قول {لا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ} سے ثابت ہے۔ اس میں اہل الذمہ بھی شامل ہیں کیونکہ یہ آیت یہودیوں کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے گردونواح میں موجود یہودیوں کو ان کے مذہبی شعائر پر عمل کرنے کی اجازت دی تھی۔

عمرو بن العاص نے مصر فتح کرنے کے بعد کہا: "یہ وہ امان ہے جو عمرو بن العاص نے مصر کے لوگوں کو ان کی جانوں، جسموں، اموال، اور عورتوں کے بارے میں دیا ہے۔[6]" اسی طرح، ابن القیم نے بھی اہل الذمۃ کے احکام پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے[7].

اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کے کیا حقوق ہوں گے؟ اس سلسلے میں فقہانے اصول بیان کیا ہے کہ لهم ما لنا وعليهم ما علينا ان کے وہی حقوق ہیں جو ہمارے ہیں اور ان کی وہی ذمہ داریاں ہیں جو ہماری ہیں"، یہ فقہی قاعدہ ہے جو فقہائے احناف سے منقول ہے۔ ان الفاظ کے ساتھ یہ صحیح حدیث نہیں۔ ان الفاظ کے وارد حدیث کو علامہ البانی نے اس کو ضعیف کہا ہے۔ البتہ اسلامی تاریخ نے غیر مسلموں کے حقوق وواجبات میں برابری کی بنیاد قائم کی۔ اس اصول کی ترجمانی "میثاق مدینہ میں ہے جو اسلامی ریاست کا پہلا دستور ہے، اور یہ نبی ﷺ کے مکہ سے مدینہ ہجرت کے بعد تحریر کیا گیا۔ اس میں یہ بیان کیا گیا کہ اہل کتاب یعنی اُس وقت کے یہودی مؤمنوں کے ساتھ ایک امت ہیں؛ یعنی ان کے پاس

مکمل شہری حقوق ہیں، وہ اپنی عبادت کی آزادی سے عمل کرتے ہیں، مسلمانوں کی مدد کرتے ہیں، اور مدینہ کی حفاظت میں ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں، اور ہر ایک اپنی جگہ پر بوجھ اٹھانے میں تعاون کرتا ہے۔

لہذا اسلام میں غیر مسلموں کے حقوق کے بارے میثاق مدینہ ایک بہت اہم دستاویز ہے جو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی سیاسی بصیرت اور حکمت عملی کا ایک شاندار اور تاریخی نمونہ ہے۔ اس معاہدے نے اسلامی معاشرت کے مقاصد، پر امن بقائے باہمی، مذہبی رواداری، امن کے قیام اور انسانی اقدار کے تحفظ میں نمایاں کردار ادا کیا۔ یہ معاہدہ ایک عظیم ریاست کی بنیاد اور اس کی تنظیم و انتظام کا ایک لازوال کارنامہ ہے، جس کی مثال تاریخِ عالم میں کہیں نہیں ملتی۔ مدینہ کی ریاست کے دستور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر مسلموں کے حقوق اور ان کی عبادت گاہوں کے تحفظ کے بارے میں واضح ہدایات دی ہیں۔

دستور کے تحت

1. **یہودیوں** کو مسلمانوں کے ساتھ ایک قوم مانا گیا ہے۔ انہیں اپنے دین پر عمل کرنے کی مکمل آزادی دی گئی ہے، اور ان کی عبادت گاہوں کی حفاظت کی جائے گی۔ جنگی حالات میں یہودیوں اور مسلمانوں کو اپنے اپنے اخراجات خود برداشت کرنے ہوں گے۔

2. **دیگر غیر مسلم** (جیسے عیسائی) کو بھی اسلامی ریاست کے ایک حصے کے طور پر تسلیم کیا گیا۔ انہیں اپنے دین پر عمل کرنے، اپنی عبادت گاہوں کی حفاظت، اور اپنی ثقافت کو برقرار رکھنے کا حق دیا گیا ہے۔ اگر کوئی مسئلہ پیدا ہو، تو اس کا فیصلہ اللہ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصولوں کے مطابق کیا جائے گا۔

یہ دستور غیر مسلموں کے مذہبی حقوق اور ان کی عبادت گاہوں کی حفاظت کے لیے ایک جامع اور منصفانہ نظام فراہم کرتا ہے۔

البتہ جن امور کی رعایت غیر مسلموں پر لازم ہے ان میں سے کچھ ایسے امور ہیں جو مسلمانوں پر بھی اسی طرح لازم ہیں جیسے یہ ممنوع ہے کہ وہ فکری یا سیاسی اختلافات کو حل کرنے کے لیے طاقت کا استعمال کریں، دوسروں کو ان کے عقائد سے چھوڑنے پر پر مجبور کریں، یا ملکی مصلحت کے خلاف غیر ملکی طاقتوں کے ساتھ مل کر سازش کریں، یا اچھے طریقے سے مناظرے اور باعزت مکالمے کے اصولوں کی خلاف ورزی کریں، اور بدنامی، جھوٹ اور فریب کے طریقوں کا سہارا لیں۔

اس سلسلے میں اسلامی تاریخ فکری مناظرے کی مختلف صورتوں سے بھرپور ہے، جہاں مسلمانوں کے علماء اور دیگر مذاہب و فکر کے علماء کے درمیان اختلافات پر تبادلہ خیال ہوتا رہا ہے۔ یہ مناظرے مساجد میں بھی ہوتے

تھے اور عوامی شرکت کے ساتھ ہوتے تھے۔ یہ مباحث مختلف مسائل پر ہوتے تھے، جیسے کہ خدا کے وجود، رسول اللہ ﷺ کی نبوت، اور قیامت کے دن پر ایمان۔ جب اسلامی معاشرہ فارسی، یونانی، رومی، یہودی اور عیسائی ثقافتوں سے آشنا ہوا، تو ان مذاہب اور عقائد کے علماء اور مفکرین نے اسلام کو شکست دینے کی کوشش کی، کیونکہ وہ تلوار کی جنگ میں شکست کھا چکے تھے۔ تاہم، اسلام نے ثابت کیا کہ فکری معرکہ میں اس کی طاقت تلوار کی معرکہ آرائی سے کم نہیں ہے۔ حتیٰ کہ سب سے زیادہ اختلاف سے دور اور فکری مناظرے سے متنفر لوگ، جیسے کہ حدیث کے علماء، بھی اس میدان میں آئے ہوئے۔[8]

عبادت کی آزادی

اسلام نے اہلِ ذمہ (غیر مسلم اقلیت) کو اعتقادات کی آزادی کے ساتھ ساتھ عبادت کی آزادی بھی دی۔ رسول اللہ ﷺ کی سیرت اور خلفائے رشدین کے عمل سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ مسلم ریاستوں میں غیر مسلم اقلیتوں نے اپنی مذہبی رسومات اور عبادات کو آزادی کے ساتھ انجام دیا، اور اسلام نے ان کے عبادت گاہوں کی حفاظت کی قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَلَوْلَا دَفْعُ ٱللَّهِ ٱلنَّاسَ بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَٰمِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَٰتٌ وَمَسَٰجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا ٱسْمُ ٱللَّهِ كَثِيرًاۗ وَلَيَنصُرَنَّ ٱللَّهُ مَن يَنصُرُهُۥٓۚ إِنَّ ٱللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ [9]

ا" گر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعے دفع نہ کرتا رہے تو خانقاہیں اور گرجا اور معبد اور مسجدیں، جن میں اللہ کا کثرت سے نام لیا جاتا ہے، سب مسمار کر ڈالی جائیں اللہ ضرور اُن لوگوں کی مدد کرے گا جو اس کی مدد کریں گے اللہ بڑا طاقتور اور زبردست ہے"

معابد، گرجاگھر، اور مساجد کے متعلق شرعی احکام

فقہا نے مسلمانوں کی تین اقسام کی آبادیاں بیان کی ہیں[10]:

1. وہ آبادیاں جنہیں مسلمانوں نے خود بسایا ہے جیسے کوفہ، بصرہ، اور بغداد۔ ان آبادیوں میں کسی بھی قسم کی نئی عبادت گاہ یا گرجاگھر بنانا جائز نہیں ہے۔ البتہ زیدی فقہا کا کہنا ہے کہ اگر امام کی طرف سے کسی مفاد کی وجہ سے اجازت ہو تو عبادت گاہیں بنا سکتے ہیں۔
2. وہ علاقے جو مسلمانوں نے قتال کے ذریعے فتح کیے ہیں، ان میں کسی علاقے میں بھی عبادت گاہ یا گرجاگھر کا بنانا جائز نہیں ہے۔ ابن القاسم المالکی کہ رائے یہ ہے کہ اگر امام اجازت دے تو عبادت گاہیں بنائی جا سکتی ہیں۔

3. وہ علاقے جو صلح کے ذریعے فتح کیے گئے ہیں۔ اگر صلح میں یہ شرط رکھی گئی ہو کہ زمین مسلمانوں کی ہو گی اور خراج اسلامی ریاست کو دینا ہو گا، تو ان علاقوں میں عبادت گاہیں اور گرجاگھر بنانا جائز ہے۔ اگر صلح میں صرف یہ شرط رکھی گئی ہو کہ عمارت اسلامی ریاست کی ہو گی اور جزیہ ادا کرنا ہو گا، تو معابد کی حیثیت صلح پر منحصر ہو گی۔

4. اگر صلح میں عبادت گاہیں بنانے کی اجازت دی گئی ہو تو جائز ہے ورنہ نہیں۔ مالکی فقہا کا کہنا ہے کہ جو علاقے صلح کے ذریعے فتح کیے گئے ہیں، وہاں عبادت گاہیں بنانا جائز ہے، چاہے کوئی شرط رکھی گئی ہو یا نہیں، جب تک کہ مسلمان وہاں نہ رہتے ہوں۔[11]

4۔ گاؤں یا غیر مسلم علاقوں میں

اس سلسلے میں فقہائے احناف کی آرا میں اختلاف ہے۔ علامہ کاسانی کی رائے یہ ہے کہ ان علاقوں میں گرجاگھر یا عبادت گاہیں بنانا منع نہیں ہے[12]۔ امام سرخسی[13] نے کہا کہ ایسے گاؤں جن میں جو زیادہ تر اہل ذمہ کے باشندے ہیں، گرجاگھر یا عبادت گاہیں بنانا منع نہیں ہے، مگر وہ گاؤں جہاں مسلمان بھی رہتے ہیں، اس میں مشائخ میں اختلاف ہے۔ در مختار میں دار الاسلام میں عبادت گاہیں بنانا منع کیا گیا ہے، چاہے وہ گاؤں ہو یا شہر۔ ابن عابدین نے اس قول کی تائید کی ہے۔ چنانچہ علامہ ابن عابدین لکھتے ہیں

قَوْلُهُ وَلَوْ قَرْيَةً فِي الْمُخْتَارِ) نُقِلَ تَصْحِيحُهُ فِي الْفَتْحِ عَنْ شَرْحِ شَمْسِ الْأَئِمَّةِ السَّرَخْسِيِّ فِي الْإِجَارَاتِ ثُمَّ قَالَ: إنَّهُ الْمُخْتَارُ، وَفِي الْوَهْبَانِيَّةِ إنَّهُ الصَّحِيحُ مِنْ الْمَذْهَبِ الَّذِي عَلَيْهِ الْمُحَقِّقُونَ إلَى أَنْ قَالَ فَقَدْ عُلِمَ أَنَّهُ لَا يَحِلُّ الْإِفْتَاءُ بِالْإِحْدَاثِ فِي الْقُرَى لِأَحَدٍ مِنْ أَهْلِ زَمَانِنَا بَعْدَمَا ذَكَرْنَا مِنْ التَّصْحِيحِ وَالِاخْتِيَارِ[14]

فقہائے شوافع کی رائے

فقہائے شوافع کے ہاں گاؤں میں عبادت گاہیں بنانا جائز ہے۔ "نھایۃ المحتاج" میں مذکور ہے کہ ان علاقوں میں جو نئے بنائے گئے ہیں، جیسے قاہرہ، بصرہ یا جہاں اہل اسلام نے قبضہ کیا ہو، وہاں عبادت گاہیں بنانا منع ہے، البتہ اگر پہلے سے بن چکی ہوں اور بعد میں اسلام آیا یا فتح ہوا ہو تو وہ عبادت گاہیں بر قرار رہیں گی۔[15]

مکہ مکرمہ اور حجاز میں، ہر قسم کی عبادت گاہیں بنانا متفقہ طور پر ممنوع ہے۔ کیوں کہ یہ جزیرۃ العرب ہے جس کے بارے میں صریح نصوص موجود ہیں کہ ان میں غیر مسلموں کی عبادت گاہیں نہیں بن سکتیں۔ جزیرۃ العرب کونسا علاقہ ہے؟ اس سلسلے میں ابن وہب نے مالک سے نقل کیا کہ ارض العرب مکہ، مدینہ اور یمن ہیں۔ اور ابو عبید

القاسم بن سلام نے الاصمعی سے نقل کیا کہ جزیرہ العرب عدن ابین کے انتہائی کنارے سے لے کر عراق کے دیہات تک ہے، اور عرض میں یہ جدہ اور اس کے گردونواح سے شروع ہو کر شام کے کناروں تک پھیلا ہوا ہے۔[16]

۳۔ وہ قدیم عبادت گاہیں جو عنوۃ فتح کی گئی زمینوں میں ہیں، ان پر کوئی ہاتھ نہیں ڈالا جائے گا اور انہیں مسمار نہیں کیا جائے گا۔ فقہائے احناف کی رائے میں ان عبادت گاہوں کا استعمال مساجد کے طور پر نہیں کیا جا سکتا، بلکہ انہیں رہائش کے طور پر استعمال کیا جا سکتا ہے کیونکہ فتح عنوۃ کی گئی تھی اور مسلمانوں نے ان علاقوں پر قبضہ کر لیا تھا، اس لیے اہل ذمہ کو عبادت گاہیں بنانے کا حق نہیں ہے۔ فقہائے شوافع کی رائے میں صحیح قول کے مطابق، ان عبادت گاہوں کو برقرار رکھنا چاہیے، مگر دوسرے قول میں انہیں مصلحت کے تحت برقرار رکھا جا سکتا ہے۔

ان دونوں اقوال کی تفصیل یوں ہے کہ

1. ایک رائے یہ ہے کہ عبادت گاہوں کو گرا دینا چاہیے کیونکہ یہ علاقے مسلمانوں نے عنوۃ فتح کیے تھے، اور یہاں عبادت گاہیں یا گرجاگھر ہونا جائز نہیں۔
2. دوسری رائے یہ ہے کہ عبادت گاہوں کو برقرار رکھا جائے کیونکہ صحابہ نے بہت سے علاقوں کو عنوۃ فتح کیا مگر کچھ بھی نہیں گرایا۔ عمر بن عبد العزیز نے اپنے گورنروں کو حکم دیا کہ نہ کسی گرجاگھر کو گرایا جائے نہ کسی عبادت گاہ کو۔[17]

معابد کے حوالے سیرت رسول ﷺ کی تعلیمات

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ ذمہ کے ساتھ عہد کیا کہ ان کے مذہب، عبادت اور عبادت گاہوں کی حفاظت کی جائے گی۔ اس میں ان کی زندگی، مال، زمین، ملت، اور عبادت کی آزادی کی ضمانت دی گئی۔ اس عہد میں یہ بھی شامل تھا کہ ان کے مذہب اور روحانی رہنماؤں جیسے پادریوں اور راہبوں کو کسی قسم کی تکلیف نہیں دی جائے گی۔[18]

سیرت طیبہ ﷺ کی روشنی میں غیر مسلم اقلیتوں کے مذہبی حقوق کا جائزہ لیا جائے تو ہمیں ایسی بہت سی مثالیں ملتی ہیں جو ظاہر کرتی ہیں کہ جس طرح مسلمانوں کو آپ ﷺ کے عہد میں مکمل مذہبی آزادی حاصل تھی، اسی طرح غیر مسلم اقلیتوں کو بھی پوری مذہبی آزادی دی گئی اور کسی بھی طرح سے ان کی مذہبی آزادی کو سلب نہیں کیا گیا تھا۔

غزوہ بنی قریظہ کے دوران، جو بچے، مال اور خواتین مسلمانوں کے ہاتھ آئی، ان میں ایک ریحانہ بنت عمرو بھی شامل تھی۔ نبی کریم ﷺ نے اسے اپنے لیے پسند فرمایا اور اسے اسلام کی دعوت دی۔ جب اس عورت نے

اسلام قبول کرنے سے انکار کیا، تو آپ ﷺ نے اسے جبر کر کے مسلمان نہیں بنایا بلکہ اسے اس کے اپنے مذہب پر رہنے دیا۔ بعد میں وہ نبی کریم ﷺ اور اسلام سے متاثر ہو کر مسلمان ہو گئی۔[19]

خلیفہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بھی اہلِ ذمہ کی عبادت گاہوں اور ان کے مذہبی رسوم کی حفاظت کے بارے میں ہدایات دی تھیں۔ ان ہدایات میں یہ بات واضح کی گئی کہ ان کی عبادت گاہوں کو منہدم نہیں کیا جائے گا، ان کے مذہبی علامات یا عبادات میں کوئی تبدیلی نہیں کی جائے گی، اور ان پر کوئی دباؤ نہیں ڈالا جائے گا۔[20]

اہل ذمہ کو اپنے معابد میں مذہبی رسوم ادا کرنے کا حق ہے، لیکن مسلمانوں کے علاقوں میں اپنی مذہبی رسوم کو ظاہر نہیں کر سکتے کیونکہ مسلمانوں کے علاقوں میں اسلامی شعائر کو ظاہر کرنا ضروری ہے۔ گاؤں اور غیر مسلم علاقوں میں، اہل ذمہ کو اپنی مذہبی رسوم ظاہر کرنے کی اجازت ہے۔ احناف نے اس بات کو تسلیم کیا ہے، جبکہ حنابلہ نے بغیر تفصیل کے اظہار پر پابندی لگائی ہے۔ فقہائے شوافع نے بھی اسی موقف کا اظہار کیا ہے مگر گاؤں میں مذہبی رسوم ظاہر کرنے کی اجازت دی ہے۔[21]

مسلم حکمرانوں نے اہلِ ذمہ کو ان کی عبادت گاہیں بنانے کی اجازت دی اور انہیں اپنے مذہبی رسومات کی آزادی دی۔ اس بات کی تصدیق تاریخ کے مختلف ادوار میں کی جا سکتی ہے۔ مثلاً، مصر میں پہلے صدی ہجری کے دوران کئی گرجے تعمیر ہوئے، جیسے کہ "دیر النصاری" الاسکندریۃ میں 39 سے 56 ہجری کے درمیان، اور پہلی چرچ بھی الفسطاط میں مسلم بن مخلد کی گورنری کے دوران 47 سے 68 ہجری کے درمیان بنائی گئی۔ عبد العزیز بن مروان نے بھی بعض مقامات پر عبادت گاہوں کی تعمیر کی اجازت دی، اور دوسرے عہدوں میں بھی یہ عمل جاری رہا۔[22]

اسلام کا یہ سلوک دین کے مخالفین کے ساتھ ایسی مثالیں پیش کرتا ہے جو دیگر مذاہب کی تاریخ میں نایاب ہیں۔ یہ بات بھی مغربی مورخین نے تسلیم کی ہے کہ اسلام نے اہلِ ذمہ پر ایسی کوئی عبادت فرض نہیں کی جو ان کے دین میں نہ ہو، جیسے کہ زکوۃ اور جہاد، کیونکہ یہ اسلام کی بنیادی ارکان میں شامل ہیں۔

تجزیہ

درج بالا بحث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اسلامی فقہ نے کلیساؤں کی تعمیر کے مسئلے میں قومی سلامتی اور اسلامی ریاست کی عمارت کی خصوصیات کو مد نظر رکھا ہے، جس کا مقصد مسلمان اکثریت کے احترام اور ریاستی نظام کے تحفظ کو یقینی بنانا ہے۔ جہاں تک اسلامی ریاست کے شہریوں، مسلم اور غیر مسلم، کے درمیان خون کے بدلے کا تعلق ہے، تو فقہ حنفی کی آرا اور سلطنت عثمانی میں مسلم حکمرانوں کے عمل سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مسلمانوں اور غیر مسلم اقلیتوں کے درمیان برابری کے اصول کو تسلیم کیا تھا، اور معاہد ذمی کے خلاف مسلمان سے قصاص لیا جاتا

تھا۔ چنانچہ ہر صورت میں، غیر مسلم کی جان محفوظ ہے اور اس کا قتل حرام ہے، جیسا کہ احادیث میں واضح طور پر اس کی ممانعت آئی ہے۔

ڈاکٹر علی جمعہ کے بقول مسلمانوں کے اندر اور باہر کے لوگوں کے ساتھ تعلقات 'اندرونی طور پر رعایت اور دیکھ بھال پر، اور بیرونی طور پر دعوت پر' مبنی ہوتے ہیں۔ اس طرح مسلمانوں کا پیغام یہ ہے کہ وہ ایک تہذیب قائم کریں، اور اس چیز کے ذریعے زمین کو آباد کریں، اور اسی طرح اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عبادت کریں اور اس کے احکام کی تفصیل سے اطاعت کریں، نہ کہ اجمالی طور پر۔ اس طرح اسلامی ریاست جو شریعت کے مقاصد کی دیکھ بھال کرتی ہے، 'ایک ایسی ریاست ہے جو لوگوں کی حفاظت کرتی ہے' اور یہاں مذہبی اور سماجی تنوع اور مسلمانوں اور دیگر مذاہب کے پیروکاروں کے درمیان ہم آہنگی کا مناسب ماحول قائم ہوتا ہے، جو کہ شہریت کی بنیاد پر ہے[23]

دراصل اسلام بنیادی طور دین دعوت ہے لہذا مسلمانوں کے غیر مسلموں کے ساتھ تمام معاملات اور تعلقات میں دعوت دین کے محور کی حیثیت حاصل ہے۔ کوئی ایسا تعامل جس دعوت دین میں خلل ہو اس سے حتی الامکان اجتناب کی کوشش کی جائیگی۔

ڈاکٹر کمال سعید حبیب لکھتے ہیں۔ اس تناظر میں ایسے مسائل سامنے آتے ہیں جیسے مذہبی آزادی اور عقیدہ، یعنی غیر مسلموں کا اپنے مذہبی رسومات کو ادا کرنے کا حق۔ اس سے متعلق چرچوں، عبادت گاہوں، اور ان کی تعمیر نو کے اصول بھی ہیں، جو یہ طے کرتے ہیں کہ پرانی تعمیرات کی تجدید یا نئی تعمیرات کی اجازت کس حد تک ہو گی۔ ہمارے خیال میں یہ مسئلہ اجتہادی نوعیت کا ہے، جو مفاد، عرف، عادت، غیر مسلموں کی تعداد، ان کی تقسیم اور عبادت کے مقامات کی ضرورت کو مد نظر رکھتا ہے، اور اس سے پیدا ہونے والے مفادات اور نقصانات کا اندازہ لگاتا ہے۔[24]

عہد حاضر کے فقہا میں ڈاکٹر یوسف القرضاوی رح کی رائے بھی یہی ہے کہ اگر مسلم حکمران اجازت دے اور غیر مسلموں کی حقیقی ضرورت بھی ہو تو مسلم ریاست میں غیر مسلموں کی عبادت گاہیں تعمیر کی جاسکتی ہیں۔ اس سلسلے میں علامہ قرضاوی نے مشہور مورخ علامہ مقریزی کے حوالے سے ذکر کیا ہے کہ مصر میں غیر مسلموں کی بہت ساری عبادت گاہیں مسلم دور حکومت میں بنی ہیں۔[25]

درج بالا تفصیل سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ مسلم ریاستوں میں غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کے وجود یا نئی عبادت گاہوں کی تعمیر کے سلسلے میں فقہا کے درمیان اختلاف ہے۔ جس یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس مسئلے کی بنیاد اسلام اور مسلمانوں کی مصلحت ہے۔ لہذ آج کے دور میں غیر مسلموں کے معابد کے بارے وہ فقہی نقطہ نظر زیادہ

موزوں ہو گا جس میں اسلام اور مسلمانوں کی مصلحت ہو۔ اس لیے غیر مسلموں کے معابد کے سلسلے میں جدید دور کے تقاضوں، مسلمانوں کے حالات اور خصوصاان مسلم اقلیتوں کے حالات پیش نظر رکھنے چاہیے جو غیر مسلم ممالک کے رہائشی ہیں۔ کیوں کہ ان کو وہاں مساجد اور اسلامی مراکز کے قیام کی ضرورت ہے۔ یہ مساجد اور مراکز دعوت دین کی بڑاذریعہ ہیں اور کثیر تعداد میں غیر مسلم مسلمان ہو رہے ہیں۔

پاکستان میں مذہبی اقلیتوں کو عبادت کی آزادی کی وسیع قانونی اور آئینی تحفظات حاصل ہیں۔ قوانین اور آئینی دفعات یقینی بناتی ہیں کہ اقلیتیں آزادانہ طور پر اپنے مذہب کی پیروی کریں، اپنی عبادت گاہوں کو برقرار رکھیں، اور مذہبی سرگرمیوں میں مکمل طور پر حصہ لیں۔ یہ قانونی اور آئینی اقدامات اقلیتوں کے مذہبی حقوق کی مکمل حفاظت کے لیے ایک مضبوط فریم ورک فراہم کرتے ہیں۔

حواشی

[1] سورة التغابن: 2

[2] سورة يونس: 99

[3] الممتحنة: 8

[4] ابن ماجه، ابن ماجة أبو عبد الله محمد بن يزيد القزويني، وماجة اسم أبيه يزيد (المتوفى: ٢٧٣ھ) , سنن ابن ماجه, دار إحياء الكتب العربية - فيصل عيسى البابي الحلبي, 2: 896 رقم الحديث: ٢٦٨٦

[5] البخاري ، محمد بن إسماعيل أبو عبدالله الجعفي صحيح البخاري , دار طوق النجاة 2:85, حديث 1311

[6] ابو جعفر محمد بن جرير الطبری، تاریخ الطبری، جلد 3، صفحه 609

7ابن القیم، احکام اہل الذمة، جلد 3: 1196 وما بعدھا۔

[8]ابو الاعلی المودودی، نظرية الاسلام و هدية فی السياسة و القانون و الدستور، دار الفكر الاسلامی الحديث، ۳۰۲

[9] سورة الحج: 337

[10] أيضا

[11] إبن قدامة , المغني , دار عالم الكتب للطباعة والنشر والتوزيع، الرياض - المملكة العربية السعودية , الطبعة: الثالثة، ١٤١٧ هـ- ١٩٩٧ م , 13: 239

[12] الكاساني , بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع , دار الكتب العلمية, الطبعة: الثانية، ١٤٠٦هـ- ١٩٨٦م 7: 114

[13]السرخسي, محمد بن أحمد بن أبي سهل شمس الأئمة ا (المتوفى: ٤٨٣ھ) شرح السير الكبير», بدون طبعة ,تاريخ النشر: ١٩٧١م, 1535

[14] ابن عابدين، محمد أمين بن عمر بن عبد العزيز عابدين الدمشقي الحنفي، *رد المحتار على الدر المختار*، حاشية ابن عابدين، طبع: شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي وأولاده، مصر (وصورتها دار الفكر، بيروت)، الطبعة الثانية، ١٣٨٦ هـ= ١٩٦٦ م,: 202

«عَنْ »

[15] الرملي، شمس الدين محمد بن أبي العباس أحمد بن حمزة شهاب الدين (المتوفى: ١٠٠٤هـ) نهاية المحتاج إلى شرح المنهاج» دار الفكر، بيروت

الطبعة: ط أخيرة - ١٤٠٤هـ/١٩٨٤م8: 99

[16] لسعدي الأنصاري، إسماعيل بن محمد بن ماجي .*حكم بناء الكنائس والمعابد الشركية في بلاد المسلمين*

, موقع وزارة الأوقاف السعودية، بدون بيانات :30

[17] E49i54إبن قدامة , المغني , دار عالم الكتب للطباعة والنشر والتوزيع، الرياض - المملكة العربية السعودية , الطبعة: الثالثة، ١٤١٧ هـ-١٩٩٧ م, 13:239

[18] ، امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم، *الخراج* ، دار المعرفة، بیروت، 1399 ہجری/1979 عیسوی، 72

[19] ابن ہشام ، عبد الملک ، السیرة النبویة , بیروت لبنان،١٤٢٥ھ،ج:٢ ،ص:١٥٢-١٥٣ ,

[20] الوقفي، إبراهيم أحمد .*السماحة في الإسلام والمسيحية* .القاهرة: دار الفكر العربي، 6۔

[21] زيدان ، عبد الكريم، أحكام الذميين والمستامنين في الإسلام,, ١٠٣

[22] زيدان ، عبد الكريم، أحكام الذميين والمستامنين في الإسلام , مكتبة القدس , مؤسسة الرسالة, 1402-1982 , 99

[23] محمد، علي جمعة، المدخل إلى دراسة المذاهب الفقهية (القاهرة: دار السلام، ط.1 1424/2004)، ص.317

[24] كمال السعيد حبيب، "قضايا الأقليات في المنظور الإسلامي: رؤية مقاصدية"، التجديد، العدد الثامن والعشرون، المجلد الرابع عشر، 1431ھ/2010م .

[25] عبد الوهاب المسيري,موسوعة اليهود واليهودية والصهيونية ، ١١